تھی جیسے بعد میں عراق پر مہلک ہتھیاروں کی موجودگی کے الزام میں فوج کشی کی گئی۔ چنانچہ ایک ماہ بعد ۲۱ ستمبر ۱۹۹۸ء کو سوڈان کی فیکٹری پر امریکی حملے کی منصوبہ بندی پر مشتمل تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے نیویارک ٹائمز نے لکھا کہ سی آئی اے کے کئی اہلکاروں کا کہنا ہے کہ اس فیکٹری میں کیمیکل ہتھیاروں کی تیاری یا اسامہ بن لادن سے اس کے تعلق کا کوئی قابل اعتبار ثبوت موجود نہیں ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ مئی ۱۹۹۶ء میں امریکا اور سعودی عرب کی درخواست پر حکومت سوڈان نے اسامہ بن لادن کو ان کے ساتھیوں اور اہل خانہ سمیت اپنے ملک سے نکال دیا چنانچہ وہ افغانستان چلے گئے۔ اس کے باوجود سوڈان کی دواساز کمپنی پر میزائل پھینک کر اسے تباہ کیا گیا[1]۔

تاہم سوڈان سے بن لادن اور ان کے ساتھیوں کے رخصت کر دیے جانے اور خرطوم کی دواساز فیکٹری میں کیمیائی ہتھیار بنائے جانے کے الزامات کے غلط ثابت ہو جانے کے بعد بھی سوڈان کی حکومت پر دہشت گردی میں ملوث ہونے کے الزامات کا سلسلہ جاری رہا۔ صدر بش کے دور میں سوڈان کے خلاف مہم اپنے عروج پر پہنچ گئی اور دہشت گردی کے ساتھ ساتھ دارفور میں نسل کشی کا الزام بھی سوڈانی حکومت کے خلاف امریکا کی تیار کردہ فرد جرم میں شامل ہو گیا۔ مگر خود مغربی محقق اور تجزیہ کاران الزامات کی تردید کرتے چلے آرہے ہیں۔ ممتاز برطانوی جریدے گارجین کے نمائندے مقیم خرطوم، جوناتھن اسٹیل نے سات اکتوبر ۲۰۰۵ء کو "Darfur wasn't genocide and Sudan is not a terrorist state" کے عنوان سے تجزیاتی رپورٹ تحریر کی تھی۔ اس کی ذیلی سرخی میں کہا گیا ہے کہ ''ایم آئی 6 اور سی آئی اے تک سوڈان کے تنازعات کے حوالے سے امریکی نوقدامت پرستوں اور دائیں بازو کے عیسائیوں کے رویے سے پریشان ہیں''۔

اپنے اس تجزیے میں جوناتھن اسٹیل لکھتے ہیں ''امریکی حکام نے اس بات کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا ہے کہ سوڈان دہشت گردوں کو رقم دیتا ہے، ان کی تربیت کرتا ہے یا انہیں پناہ مہیا کرتا ہے، اور بش کے لوگوں کے لیے اگر ممکن ہوتا تو شاید وہ پابندیاں اٹھا لیتے، مگر جو ممالک ایک بار دہشت گردی کے سرپرستوں کی فہرست میں آجائیں، ان میں سے مشکل ہی سے کوئی اس سے چھٹکارا حاصل کر پاتا

ا۔ بحوالہ: http://www.nytimes.com/library/world/africa/092198attack-sudan.html

ہے......بش کی سوڈان پالیسی میں اور بھی بڑے بڑے تضادات ہیں۔جیسا کہ گزشتہ سال وزیر خارجہ کولن پاول نے دارفور کے مغربی علاقے کے تنازع کو نسل کشی قرار دیا۔ وہ یہ بات کہنے سے پہلے مہینوں ہچکچاتے رہے کیونکہ اگر کہیں نسل کشی پائی جائے تو اسے روکنے کے لیے فوری اقدام ہر ریاست کی ذمہ داری ہے۔ تاہم امریکا نے اس کے بعد کیا کیا؟ کچھ بھی نہیں، یا کم از کم اس سے زیادہ کچھ نہیں جو برطانیہ اور ان دوسری ریاستوں نے کیا جو نسل کشی کا ٹھپہ یوں ہی لگا کر اس لفظ کو بے معنی نہیں بنانا چاہتیں [۱]۔''

بہرکیف سوڈانی حکومت پر دارفور میں نسل کشی کا الزام عائد کرنے کی امریکی خواہش اب تک حقیقت نہیں بن سکی ہے اور بین الاقوامی کریمنل کورٹ کی فرد جرم میں سوڈانی صدر عمر حسن البشیر پر جو الزامات لگائے گئے ہیں ان میں نسل کشی شامل نہیں ہے۔ اس فہرست میں جنگی جرائم کی حیثیت سے شہریوں کے خلاف حملوں کی دانستہ ہدایت اور لوٹ مار جبکہ انسانیت کے خلاف جرائم کی حیثیت سے قتل، تباہی و بربادی، جبری تبادلے، ٹارچر اور آبروریزی کے الزامات شامل ہیں۔

تاہم عمر حسن البشیر کے خلاف ان الزامات کی بنیاد پر گرفتاری کے وارنٹ جاری کیے جا چکے ہیں۔ عالمی رائے عامہ کی جانب سے اس کارروائی کو کوئی عمومی پذیرائی حاصل نہیں ہوئی۔ عرب لیگ، افریقی یونین، مسلم ملکوں اور چین و روس سمیت بہت سے ملکوں کا موقف ہے کہ یہ کارروائی دارفور میں جاری امن کوششوں کو سبوتاژ کرنے کا سبب بنے گی اور حالات مزید خراب ہوں گے [۲]۔

عالمی عدالت کی کارروائی کی اخلاقی حیثیت

جہاں تک اس معاملے کی اخلاقی حیثیت کا تعلق ہے تو خود ممتاز مغربی تجزیہ کار یہ سوال اٹھا رہے ہیں کہ اگر دارفور میں جاری خانہ جنگی پر عمر حسن البشیر کو مجرم قرار دے کر عالمی عدالت میں مقدمہ چلایا جا سکتا ہے تو جارج بش اور ٹونی بلیر سمیت تمام مغربی حکمراں عمر البشیر سے کہیں بڑے مجرم ہیں اور انہوں نے افغانستان اور عراق پر حملہ کر کے سوڈانی صدر کے مقابلے میں کہیں زیادہ سنگین جنگی جرائم کا ارتکاب کیا

۱۔ دیکھیے: http://www.guardian.co.uk/world/2005/oct/07/usa.sudan

۲۔ بحوالہ: http://news.bbc.co.uk/2/hi/africa/7923102.stm

ہے۔ امریکا کے معروف دانشور و محقق اور سابق نائب وزیر خزانہ پال کریگ رابرٹس ان افراد میں ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ ۷ا جولائی ۲۰۰۸ء کو انہوں نے سوڈانی صدر کے خلاف عالمی عدالت کی سرگرمیوں پر ایک مضمون ''چھوٹے جنگی مجرم سزا پائیں اور بڑے محفوظ رہیں''

(Little War Criminals Get Punished, Big Ones Don't)

کے عنوان سے لکھا تھا[1]۔ اس میں مغربی حکمرانوں کے جنگی جرائم کا تقابل، عمر البشیر پر لگائے گئے الزامات سے کر کے حقیقت واضح کی گئی ہے۔ اس تحریر کے بعض حصے ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں۔ پال کریگ رابرٹس لکھتے ہیں:

''اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل بان کیمون کے مطابق دارفور کا جنگی تنازع ایک حد تک موسمی تبدیلی کا نتیجہ ہے۔ خشک سالی خانہ بدوشوں کو پانی کی تلاش میں ان علاقوں کی طرف دھکیل رہی ہے جن پر دوسرے دعویداروں کا قبضہ ہے۔ اس ساری مصیبت سے نمٹنے کی کوشش ایک ایسی حکومت کر رہی ہے جس کے پاس گولیوں کے سوا کم ہی وسائل ہیں۔ اب عالمی کریمنل کورٹ کے پراسیکیوٹر، سوڈانی صدر عمر البشیر پر انسانیت کے خلاف جرائم اور جنگی جرائم کے الزامات عائد کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان لوگوں سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتا جو دوسروں کو تکلیف میں مبتلا کریں۔ اس کے باوجود مجھے بین الاقوامی کریمنل کورٹ کی جانب سے جنگی مجرموں میں سے اس کے انتخاب پر حیرت ہے، آخر البشیر کیوں؟ کیا اس لیے کہ سوڈان ایک بے بس ریاست ہے اور بین الاقوامی کریمنل کورٹ جارج ڈبلیو بش اور ٹونی بلیر کو جنگی مجرموں کی حیثیت سے نامزد کرنے کی ہمت نہیں رکھتا؟

دارفور میں جو تکلیف دہ صورت حال ہے وہ عراق اور افغانستان میں بش اور بلیر کے انسانیت کے خلاف جرائم کے مقابلے میں کم از کم عددی اعتبار سے بہت حقیر ہے۔ دارفور میں ہلاکتوں کا زیادہ سے زیادہ اندازہ چار لاکھ کا ہے جو کہ عراق پر بش کے حملے کے نتیجے میں اس وقت تک ہونے والے جانی نقصان کا محض ایک تہائی ہے۔ علاوہ ازیں سوڈان کا تنازع ایک ملک کا اندرونی معاملہ ہے جبکہ بش نے غیر قانونی طور پر دو بیرونی ملکوں پر حملہ کیا جو کہ نورمبرگ اسٹینڈرڈ کی رو سے جنگی جرم ہے۔ بش کے جنگی جرائم کو

۱۔ جو antiwar.com نامی ویب سائٹ سمیت بہت سی جگہوں پر شائع ہوا۔